غیبت

قرآن، حدیث اور سائنسی انکشافات کی روشنی میں

مفکرِ اسلام ڈاکٹر مولانا سید کلب صادق صاحب قبلہ

مادی کائنات کی نگاہوں سے چھپی ہوئی بے شمار چیزوں پر یقین رکھنے کے باوجود مذہبی دنیا میں غیبت سے انکار انسان کی عادت ہے یہی عادت کبھی اس سے ان دیکھے خالق کے وجود سے انکار کراتی ہے، کبھی آخرت اور اس کے تفصیلات وجزئیات سے اور کبھی خود اپنی روح کے وجود سے۔ اسی عادت کا ایک رخ یہ ہے کہ اکثر خدا کے ماننے والے بھی غائب خدا کے حضور اس وقت تک سجدہ کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتے جب تک اس غائب خدا کا کوئی مادی پیکر یا مظہر تراش نہ لیا جائے۔

آج کا انسان کائنات کے ایک ایک ذرہ کے آئینۂ ذات کردگار ہونے کے باوجود خالق کے وجود کا محض اس لئے انکار کر دیتا ہے کہ وہ خود مجسم شکل میں ان کے سامنے کیوں نہیں آجاتا۔ مگر ''جرم غیبت'' پر خالق کے وجود سے انکار کر دینے والا انسان بھی مخلوق کی غیبت پر ایمان رکھنے کے لئے مجبور ہے۔ خالق کو نہ ماننے والا انسان تسلیم کرتا ہے کہ کائنات ایٹمی ذروں سے بنی ہے اور یہ کہ یہ قوانین فطرت ہیں جو ان ذروں کو مختلف شکلیں دیتے ہیں اور انھیں مختلف پیکروں میں ڈھالتے ہیں مگر نہ آج تک ایٹمی ذروں ہی کو ظاہری حواس سے محسوس کیا جاسکا ہے نہ فطرت ہی کو ''دیکھا'' جاسکتا ہے۔ فطرت ایک تجریدی (Abctract) چیز ہے جو ظاہری حواس سے محسوس کئے جانے سے تعلق ہی نہیں رکھتی۔ صرف اس کے اثرات، اس کے مظاہر کو دیکھ کر اس کا پتہ چلایا جاسکتا ہے۔ اب یہ دوسری بات ہے کہ فطرت کے مظاہر اگر وجود فطرت پر دلیل ہیں، فطرت کے اثرات اگر قوانین فطرت کے وجود کو بتاتے ہیں تو خود قوانین فطرت ایک ''قوانین ساز'' علیم وقدیر کے وجود پر کس منطق کے اعتبار سے دلیل نہیں بن سکتے؟

آج کی دنیا جس تضاد کا شکار ہے وہ یہ ہے کہ ایک طرف محض دکھائی نہ دے سکنے کے جرم میں کائنات کی حقیقت کبریٰ، خالق کائنات، کا انکار کر دیا جاتا ہے، مگر دوسری طرف ریڈیائی لہروں، کشش ثقل کی لہروں بلیک ہولز (Black Holes) کبھی نہ دکھائی دے سکنے والے سورج سے لاکھوں گنا بڑے ستاروں، ماوراء بنفشی شعاعوں اور ایسی ایسی کائنات کی بہت سی حقیقتوں کا انکشاف اور ان پر ایمان دنیائے سائنس کا سرمایۂ افتخار قرار دیا جاتا ہے کیا عجیب فکری تضاد ہے یہ، آج کی دنیا جس کا شکار ہے کَلِمَۃً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ۔

بہرحال ایسے لوگوں سے غائب امام کے وجود کو تسلیم کرنے کا مطالبہ خود اپنی ہی عقل کے غائب ہونے کا پتہ دے گا۔ مگر حیرت ان مسلمانوں پر ہے جو یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ کے ذیل میں غائب خدا کو مانتے ہیں، روح کو مانتے ہیں، جنت ودوزخ کو مانتے ہیں، جنوں کو تسلیم کرتے ہیں، ملائکہ پر ایمان

رکھتے ہیں، شیطان کو تسلیم کرتے ہیں، انبیا وغیر انبیاء غائب انسانوں کو مانتے ہیں، غائب جانوروں پر ایمان رکھتے ہیں، مگر جب غائب امام کے تسلیم کرنے کا مطالبہ کیا جاتا ہے تو قہقہے لگاتے ہیں، ہنستے ہیں، مذاق اڑاتے ہیں فَلْيَضْحَكُوْا قَلِيلاً وَّلْيَبْكُوْا كَثِيْراً یہ ہنسنے کا مقام نہیں رونے کی جا ہے۔

آیئے قرآن کریم، سیرت رسولؐ اور جدید سائنسی انکشافات کی روشنی میں غیبت کے بارے میں چند حقیقتوں پر سے پردہ اٹھایا جائے۔

قرآن کریم

غیبت امام کے بارے میں ہمارے عقیدے کا مذاق اڑانے والے ہمارے وہ بھائی جو کتاب خدا کو امت کی ہدایت کے لئے کافی سمجھتے ہیں کاش کتاب خدا ہی میں تدبر کر لیتے۔ پہلے ہی پارے میں ارشاد ہوتا ہے هُدًى لِلْمُتَّقِيْنَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُوْنَ۔ (بقرہ/۲) قرآن ہدایت ہے مگر ان خدا ترسوں کے لئے جو غیب پر ایمان لاتے ہیں، نماز قائم کرتے ہیں اور ہماری دی ہوئی نعمتوں میں دوسروں کو بھی شریک بناتے ہیں۔ عربی گرامر کے لحاظ سے مضارع کے معنوں میں استمرار پایا جاتا ہے یہ Continues Tense ہے۔ مضارع کسی کام کے 'ہونے' کو 'نہیں'، 'ہوتے رہنے' کو بتاتا ہے۔ مذکورہ بالا آیت میں ''يُؤْمِنُوْنَ''، ''يُقِيْمُوْنَ'' اور ''يُنْفِقُوْنَ'' تینوں صیغے مضارع کے آئے ہیں۔ پہلے، آخری دو صیغوں: ''يُقِيْمُوْنَ'' اور ''يُنْفِقُوْنَ'' کو سمجھ لیجئے تو پہلا صیغہ ''يُؤْمِنُوْنَ'' خود ہی سمجھ میں آجائے گا۔ ''يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ'' یعنی ایک مرتبہ نماز نہیں پڑھتے بلکہ جب نماز کا وقت آتا ہے نماز قائم کرنے کے لئے تیار ہوجاتے ہیں۔ ''يُنْفِقُوْنَ'' یعنی یہ نہیں کہ ایک دو مرتبہ انفاق کر دیا، ایک دو دفعہ خیرات کر دی اور بس! نہیں جب بھی کچھ ملا اس میں دوسروں کو بھی شریک کر لیا۔ دوسرے الفاظ میں انھوں نے نماز قائم کرنا اور راہِ الٰہی میں خیرات کرنا اپنا اصول بنالیا ہے۔ جب وقت آیا نماز کے لئے کھڑے ہو گئے، جب کچھ ملا دوسروں کو اس میں شریک کر لیا۔ اس سیاق وسباق میں ''يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ'' کو سمجھنے کی کوشش کریں یعنی صرف چند غیبی حقیقتوں پر ایمان لے آنا کافی نہ ہوگا بلکہ غیب پر ایمان لانا زندگی کا اصول بنانا ہوگا۔ غیب پر ایمان لانے کی عادت ڈالنی ہوگی۔ یہ انداز بتا رہا ہے کہ نبوت ختم ہوگئی مگر غیبت ابھی بند نہیں کی گئی ہے۔ ایمان بالغیب کا تعلق صرف انھیں چیزوں سے نہیں ہے جن کا تعلق ماضی سے ہو، مستقبل میں بھی کچھ حقیقتیں ایسی آنے والی ہیں جن پر غیبت کے پردے ڈال دیئے جائیں گے اور ''يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْب'' کی تکمیل اسی وقت ہوگی جب اس غیبت کو بھی بے چون چرا تسلیم کر لیا جائے۔

امام زمانہؑ کی غیبت کا مذاق اڑانے والے شاید اس حقیقت سے بے خبر ہیں کہ جانشین نبیؐ سے قبل خود نبیؐ کو متعدد مرتبہ غیبت کے پردوں میں چھپایا گیا تھا۔ شب ہجرت کا واقعہ تو سب ہی کے پیش نظر ہے کہ حضور مشرکین کے انبوہ کے درمیان سے گذرتے چلے گئے اور یہ مشرکین ایسے اندھے بنا دیئے گئے کہ انھیں خبر ہی نہ ہوئی۔ حضورؐ جب ان مشرکین کے درمیان سے گذر رہے تھے تو سورۂ یٰسین کی یہ آیت تلاوت فرما رہے تھے: وَجَعَلْنَا مِنْ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ سَدًّا وَّمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا فَاَغْشَيْنَاهُمْ فَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ۔ (یٰسین:۹) ''ہم نے ان کے سامنے بھی دیوار بنا دی، ان کے پس پشت بھی دیوار بنا دی، اس طرح ان کو ڈھانک دیا کہ ان کی آنکھیں تو ہیں مگر دیکھ نہیں سکتے۔'' پندرہویں صدی ہجری کے تقریبات

منانے والے مسلمان کیا ہجرت کو یاد رکھیں گے اور غیبت کو بھول جائیں گے؟

حضورؑ کی اس غیبت کا حال تو ہر اس شخص کو معلوم ہے جس نے تاریخ اسلام کا ادنیٰ بھی مطالعہ کیا ہے مگر آنحضرتؐ کے لئے اس سے قبل، بعثت کے بالکل ابتدائی دور میں بھی غیبت ہو چکی تھی جس کی مختصر تفصیل یہ ہے:

ابولہب پیغمبرؐ کا چچا تھا مگر اس کی شادی قبیلہ بنوامیہ کے سردار حرب کی بیٹی ام جمیل سے ہوئی تھی۔ ام جمیل، ابوسفیان کی بہن اور معاویہ کی پھوپھی اور یزید کی دادی تھی۔ ام جمیل نے آنحضرتؐ کی دشمنی ورثہ میں پائی تھی۔ ابولہب کی اس کے ساتھ شادی ہوئی تو ابولہب بھی حضورؐ کا دشمن ہو گیا۔ ان دونوں نے مل کر جتنا آنحضرتؐ کو ستایا، شاید کسی نے بھی نہ ستایا۔ ابولہب اور اس کی بیوی ام جمیل کی مذمت میں ''سورہ لہب'' (اس کا ایک نام سورہ مسد بھی ہے) نازل ہوا تو ام جمیل چراغ پا ہو کر رسولؐ کی توہین کرنے کے لئے حضورؐ کی جستجو کرنے لگی۔

آنحضرتؐ مسجد الحرام میں حضرت ابوبکر کے ساتھ تشریف فرما تھے۔ موصوف آنحضرتؐ سے فرما رہے تھے کہ ''سرکار! جب سے سورہ اترا ہے ام جمیل کا پارا چڑھا ہوا ہے۔ وہ مکہ کی گلی کوچوں میں حضورؐ کو ڈھونڈھتی پھر رہی ہے۔ مجھے اس بلائے بے درماں کی طرف سے حضورؐ کے لئے بڑا اندیشہ ہے۔''

ابھی یہ گفتگو کر ہی رہے تھے کہ ام جمیل بجلی کی طرح کوندتی اور ناگن کی طرح پھنکارتی، مسجد الحرام میں داخل ہوتے دکھائی دی۔ حضرت ابوبکر نے فرمایا کہ ''بڑا غضب ہو گیا، وہ آ گئی، مجھے بڑا اندیشہ ہے، پتہ نہیں یہ بدزبان حضورؐ کے ساتھ کیا سلوک کرے۔'' حضورؐ نے کمال اطمینان کے ساتھ جواب دیا ''تم گھبراؤ نہیں۔ اسے یہاں آنے دو جب وہ یہاں آئے گی تو اسے تم دکھائی دو گے میں نہ دکھائی دوں گا۔''

انھوں نے تعجب سے پوچھا کہ ''حضورؐ! یہ کیسے ہوگا۔ ہم دونوں تو ساتھ ساتھ بیٹھے ہیں۔'' حضورؐ نے فرمایا کہ ''ہوگا وہی جو میں کہہ رہا ہوں۔'' ابھی یہ گفتگو ہو ہی رہی تھی کہ وہ تیر کی طرح سیدھی اسی جگہ آ گئی اور حضرت ابوبکر سے مخاطب ہو کر چیختی چلاتی رہی کہ ''محمدؐ مل جائیں تو بتاؤں، محمدؐ مل جائیں تو مزہ چکھاؤں۔'' مزے کی بات یہ ہے کہ حضورؐ وہیں بیٹھے رہے مگر اس بدنصیب کو نہ دکھائی دیئے۔

عربی مصادر کے علاوہ اس واقعہ کی تفصیل مولانا مودودی کی تفہیم القرآن میں ''سورۂ لہب'' کی تفسیر میں دیکھی جا سکتی ہے۔

غیبت کے اس مشاہدے کے بعد کسی ہادی برحق کے پردۂ غیبت میں چھپ جانے کا مذاق اُڑانا، ''پیروان صدیق'' کو تو زیب نہیں دیتا ''یُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضٍ وَیَکْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ''

سائنسی انکشافات

کائنات کی حقیقتوں کا سائنسی دلیلوں سے پتہ لگانے والوں نے یہ حیرت ناک انکشاف کیا ہے کہ کائنات کا سارا نظام مختلف النوع لہروں پر قائم ہے۔ چنانچہ یہ ہر شے سے نکلنے والی اٹھنے والی لہریں ہی ہیں جن کے ذریعہ ہمیں مختلف آوازیں سنائی دیتی ہیں، مختلف چیزیں دکھائی دیتی ہیں۔ اور کسی شے کی خوشبو یا بدبو محسوس ہوتی ہے۔

ہر وہ شے جو ہمیں دکھائی دے رہی ہے اسی لئے کہ اس میں سے روشنی کی لہریں اٹھ رہی ہیں جو آنکھوں سے ٹکرا کر اس شے کو ہمیں دکھا رہی ہیں۔ آوازیں بھی دراصل ایک قسم کی لہریں ہیں جو ہمارے کانوں کے پردوں سے ٹکرا کر ان پردوں میں آواز کا احساس پیدا کر رہی ہیں۔ خوشبو اور بدبو بھی مخصوص قسم کی

لہروں ہی کے ذریعہ قوت شامہ کو اپنے وجود کا احساس دلاتی ہیں۔ مگر یہ سارا نظام ''قَدَّرَہٗ تَقْدِیْرًا'' کے تحت قانونوں ضابطوں اور پیمانوں میں جکڑا ہوا ہے۔ کوئی آواز ہمیں اس وقت سنائی دیتی ہے جب آواز کی لہریں ہمارے کان کے پردے سے ٹکرائیں۔ مگر ان لہروں کے پیمانے ہیں۔ ہمارے کان کے پردے آواز کی صرف انھیں لہروں کا احساس کر سکتے ہیں جن کی (Frequency) ایک سیکنڈ میں ۴۰ ہزار تک ہو ایک سکنڈ میں ۱۰ سے کم یا ایک سیکنڈ میں ۴۰ ہزار سے زائد اگر تموج ہو تو اس کا احساس ہمارے رجحان کو بہ صورت آواز ہو سکے گا۔

چمگادڑ ایک پرندہ ہے جو قوت بصارت سے بالکل محروم ہے اس کے سرے سے آنکھ ہوتی ہی نہیں۔ مگر آپ نے دیکھا ہوگا کہ یہ پرندہ تیزی سے اِدھر سے اُدھر اور اُدھر سے اِدھر اڑتا رہتا ہے۔ مگر کیا مجال جو کسی چیز سے ٹکرا جائے۔ رات کی تاریکی ہو، باریک سے باریک سیاہ تار کسی کوٹھری میں باندھ دیں۔ آپ اس تار کو نہ دیکھ سکیں گے اور ٹکرا جائیں گے، دوسرے جانور اس میں الجھ جائیں گے مگر کیا مجال جو یہ اندھا پرندہ اس سے ٹکرا جائے اور اس میں الجھ جائے۔

علم حیوانات (Zoology) بتاتا ہے کہ یہ پرندہ اڑتا ہے تو اپنے منھ سے مسلسل آوازیں نکالتا رہتا ہے۔ یہ آوازیں سامنے آنے والی ہر چیز سے ٹکرا ٹکرا کر واپس ہوتی رہتی ہیں اور اسی صدائے بازگشت سے اس پرندہ کو حیرت ناک طریقہ پر سدّراہ ہونے والی ہر چیز کا پورا پورا احساس ہو جاتا ہے اور یہ اس سے صاف بچ نکلتا ہے۔ (بظاہر) اندھے چمگادڑ کے بچاؤ کا یہی طریقہ ہے جس کی نقل میں آج سائنس نے راڈار کا نظام ایجاد کیا ہے جس کی بدولت طویل فاصلوں، سمندر کی تہوں اور آسمان کی بلندیوں میں نظروں سے دور چیزوں کا پتہ چلا لیا جاتا ہے۔ مخصوص برقی لہروں کو فضا میں یا سمندر کی تہوں کی طرف پھینکا جاتا ہے۔ یہ مخصوص لہریں جب کسی چیز سے ٹکراتی ہیں تو اپنے مرکز کی طرف واپس ہوتی ہیں اور پھر اسکرین پر ان لہروں کے وسیلے سے وہ چیز دکھائی دینے لگتی ہے جس سے ٹکرا کر یہ پلٹتی ہیں۔

بہر حال چمگادڑ آوازیں نکالتا بھی رہتا ہے اور اس کی صدائے بازگشت سنتا بھی رہتا ہے۔ مگر ہم کو نہ اس کے منہ سے نکلنے والی آواز سنائی دیتی ہے نہ اس آواز کی صدائے بازگشت۔ یہ اس لئے کہ اس کی آواز سے فضا میں جو لہریں اٹھتی ہیں ان کی Frequency اس دائرے سے باہر ہے جن کا احساس ہمارے کان کے پردے کر سکتے ہیں۔

یعنی قدرت نے ہمیں قوت سامعہ دی ہے مگر اس قوت کو ناقص رکھا ہے۔ ہم آواز کو نہیں سن سکتے، بس محدود آوازوں ہی کو سن سکتے ہیں مگر بہر حال وہ قادر و توانا اس بات پر قدرت رکھتا ہے۔ جیسا کہ آپ نے اسی پرندہ کی مثال میں ملاحظہ فرمایا — کہ نسبتاً بہتر صلاحیت رکھنے والے کان پیدا کر دے۔ اس کے لئے یہ بالکل ممکن ہے کہ وہ اپنے بعض مخصوص بندوں کو ایسے کان دے دے جو ان آوازوں کو بھی سننے پر قدرت رکھتے ہوں جنھیں عام انسان نہ سن سکتے ہوں۔

ہمیں فرشتہ کی آواز نہ سنائی دی تو ہم نے وحی کا انکار کر دیا۔ مگر جو کان ایک معمولی پرندہ کی آواز نہ سن سکیں وہ اگر فرشتہ کی آواز نہ سنیں تو حیرت کی کیا بات ہے۔

سامعے کے سننے کے بعد آیئے اب بصارت کو دیکھیں ہم کسی شے کو روشنی ہی میں دیکھ سکتے ہیں۔ سورج کی روشنی مختلف رنگوں کی شعاعوں سے مرکب ہے۔ رنگ کا فرق موجوں کے قد و قامت کے فرق سے پیدا ہوتا ہے۔ روشنی کی

لہریں بڑی سے بڑی لہر ۸ / ۱۰۰۰۰۰۰ سینٹی میٹر ہے یہ سرخ رنگ دکھاتی ہے۔ چھوٹی سے چھوٹی لہر ۴۲۶ / ۱۰۰۰۰۰۰ سینٹی میٹر ہے۔ اس سے ہمیں بنفشی رنگ دکھائی دیتا ہے ان سے بڑی شعاعیں بھی ہیں اور چھوٹی بھی مگر ہماری آنکھوں کو محسوس نہیں ہوتیں۔ چنانچہ ماوراء بنفشی شعاعیں ہیں مگر محسوس نہیں ہوتیں۔

پھر کیا یہ عقلاً ممکن نہیں ہے کہ خالق کائنات اپنے بعض مخصوص بندوں کی نظروں کی صلاحیت میں اضافہ کردے اور ان کی قوت بصارت اس حد تک بڑھادے کہ ان کی بصارت ان لہروں کو بھی محسوس کرنے لگے عام انسان جن کو محسوس کرنے سے قاصر ہیں۔

اور اگر یہ عین ممکن ہے کہ خالق کائنات اپنے بعض مخصوص بندوں کی صلاحیت بصارت اور صلاحیت سماعت کی حدوں کو دونوں طرف ذرا ذرا بڑھادے تو پھر اس کا قدرتی نتیجہ یہ ہوگا کہ یہ مخصوص بندے وہ دیکھیں گے جو ہمیں دکھائی نہ دے گا اور وہ سنیں گے جس کے سننے سے ہم عاجز ہوں گے۔

پھر اگر اس نے ایک طرف ملائکہ کے جسم سے اٹھنے والی لہروں کے قد ذرا بدل دیئے ہوں اور ان کی آوازوں کی لہروں کے تموج میں ذرا تبدیلی کردی ہو اور دوسری طرف انہی تبدیلیوں کی مناسبت سے اپنے بعض مخصوص بندوں کے نظام بصارت وسماعت میں تبدیلی کردی ہو تو اس میں کون سی چیز علم وعقل کے خلاف ہوگی کہ وہ مخصوص بندے اس ملک کو دیکھیں مگر ہم نہ دیکھ سکیں وہ اس کی آواز کو سنیں، ہم نہ سن سکیں۔

اس اصول پر ان تمام چیزوں کا قیاس کیا جاسکتا ہے جو آنحضرتؐ اور آپ کے اہلبیت طیبین وطاہرین کے لئے منزل شہود وحضور میں تھیں اور ہمارے لئے منزل غیب میں۔ یعنی ایسے موجودات کا پایا جانا بالکل قریب عقل ہے جن کو ہم اپنے ظاہری حواس سے محسوس نہ کرپارہے ہوں اور خدا کے بعض مخصوص بندے اپنے ظاہری حواس سے انھیں محسوس کررہے ہیں۔

اور یہیں پر یہ بھی سمجھ لیجئے کہ خدا اگر کسی کو پردۂ غیب میں چھپانا چاہتا ہے تو اسے معاذ اللہ کوئی بہت پاپڑ بیلنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہماری نظروں سے کسی کو چھپادینے کے لئے اسی قدر کافی ہے کہ اس کے جسم سے نکلنے والی روشنی کی لہروں کے پیمانے ذرا بدل دیئے جائیں۔ اتنی سی تبدیلی اسے ہماری نظروں سے چھپادینے کے لئے کافی ہوگی۔

غیبت کے اس طرح کے نمونے سائنس کے مسلمات میں سے ہیں۔ اس لئے کسی ذات کا پردۂ غیبت میں ہونا کسی بھی صورت علم وسائنس کے خلاف نہیں کہا جاسکتا۔